ماریا ملٹن نے امریکیوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کی حکمت عملی پر توجہ دلائی۔ امریکیوں کو کیسے جوش میں لایا جائے؟ یہاں افریقی امریکنوں کی بڑی آبادی ہے۔ غلامی کی خبریں انھیں اشتعال دلا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان خبروں کا کوئی مقصد نہیں، اس لیے کہ ہمیں غلامی کے لیے کسی منظم حمایت کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ امریکی قدامت پسندوں کو کیسے جوش دلایا جائے؟ ان کو عیسائیوں پر مسلمان بنیاد پرستوں کے مظالم کی کہانی سنائی جائے۔ رابرٹس کو یہ مسئلہ اٹھانے سے خوب پیسے مل رہے ہیں!

سوال جواب کے دوران بالٹی مورسن کے رپورٹر گریگوری کین نے کہا کہ وفد اس خاص جگہ نہیں گیا جہاں غلاموں کا کاروبار ہوتا ہے۔ کین اور اس کے دوسرے ساتھی گل لیتھویٹ نے واشنگٹن میں ایک اجلاس میں کچھ عرصے قبل تسلیم کیا تھا کہ جس آقا سے انھوں نے غلام خریدا تھا، وہ اتنا خوفزدہ تھا کہ اپنا نام بتانے پر بھی آمادہ نہیں تھا کہ اگر حکومت کو معلوم ہوگیا تو اسے سزائے موت ملے گی۔ پھر بھی دونوں کا اصرار تھا کہ حکومت سوڈان، غلاموں کے کاروبار سے صرف نظر کرتی ہے۔ مین نے کین کو دعوت دی کہ وہ اس کے ساتھ سوڈان چلے۔ اس سے پہلے وہ غیر قانونی طور پر داخل ہوا تھا۔ کین نے کہا: "حکومت اسے ویزا نہیں دے گی"۔ فری مین نے اس جھوٹ کا پردہ چاک کیا اور بتایا: سوڈانی سفیر نے بالٹی مورسن کے دونوں رپورٹروں کو ذاتی طور پر سوڈان آنے کی دعوت دی کہ آئیں اور کسی پابندی کے بغیر خود تحقیق و تفتیش کر لیں۔ انھوں نے یہ دعوت نامہ مسترد کر دیا۔ (ماخوذ: ایگزیکٹو انٹیلی جنس رپورٹ ۱۸ اپریل ۹۷)

انڈونیشیا میں انتخابات

محمد ایوب منیر

اگر پاکستان میں جمہوری تحریکوں کے ذریعے آمریت سے نجات کی روایت نہ ہوتی اور آج ملک میں صدر ایوب کی حکومت ہوتی، تو ملک کا جو حال ہوتا اس پر آج کے انڈونیشیا کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۶۵ میں اشتراکی بغاوت کچلنے کے بعد، فوج نے عملاً اختیارات سنبھال لیے، بانی صدر سوئیکارنو نے اقتدار جنرل سوہارتو کے حوالے کیا جنھوں نے اسے ایسا سنبھالا کہ ۱۹۶۸، ۱۹۷۳، ۱۹۷۸، ۱۹۸۳، ۱۹۸۸ اور ۱۹۹۳ میں بلامقابلہ صدر منتخب ہوتے رہے۔ اب ۲۹ مئی کو اسمبلی کے انتخابات کی تیاریاں ہیں۔ پہلے ہی سے پیش گوئی کر دی گئی ہے کہ صدر کی گولکار (Golkar) پارٹی کو ۷۰ فی صد ووٹ ملیں گے۔ پارٹی کے ممبروں کی تعداد ہی ساڑھے تین کروڑ سے زائد ہے۔

مسلم ممالک میں انتخابات خبروں کا موضوع تو بنتے ہیں لیکن یہ عموماً عوام کی مرضی کے مطابق حکومت منتخب کرنے کے لیے نہیں، بلکہ کرسی اقتدار پر متمکن ٹولے کو جمہوری سند جواز فراہم کرنے کے لیے ہوتے

ہیں۔ جمہوریت سکہ رائج الوقت ہے اس لیے اس کے معروف طریق کار میں ایسی تبدیلیاں کر لی جاتی ہیں کہ الیکشن بھی گذر جائیں اور اقتدار پر آنچ بھی نہ آئے۔ اس کی ایک شکل اقتدار میں فوج کی، جسے فی الاصل منتخب قیادت کا تابع فرمان ہونا چاہیے، شرکت ہے، بلکہ اسے ویٹو پاور دینا ہے۔ الجزائر میں جو کچھ ہوا اور اب جس طرح اسلامک فرنٹ پر پابندی لگا کر اور قتل و غارت کر کے انتخابات کروائے جا رہے ہیں، ترکی سے جو خبریں آ رہی ہیں، سب کے سامنے ہیں۔ لیبیا، عراق، تیونس اور شام کا تو ذکر ہی نہیں۔

۱۳ ہزار ۷ سو جزائر پر مشتمل، ۲۰ کروڑ آبادی کا ملک انڈونیشیا، عالم اسلام کا سب سے بڑا اور دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے۔ (مسلمان آبادی کا ۸۵ فی صد اور عیسائی ۱۰ فی صد ہیں۔ انڈونیشیا مسیحی تبلیغی سرگرمیوں کا خصوصی ہدف ہے اور اس پر غیر معمولی وسائل صرف کیے جا رہے ہیں۔ سرکاری پالیسیوں سے بھی انھیں تائید اور حمایت فراہم ہوتی ہے)۔ ملک کا دستور اس طرح بنایا گیا ہے کہ اقتدار فوج کے ہاتھ سے نہ نکلے۔ ایوان نمایندگان میں ۴۲۵ ممبر عام ووٹ سے منتخب ہوتے ہیں، ۷۵، فوجی جنرل نامزد کرتے ہیں۔ ان ۵ سو کے ساتھ صدر کے نامزد ۵ سو مل کر پارلیمنٹ تشکیل کرتے ہیں (صدر ایوب اس "جمہوریت" کا خواب دیکھتے رخصت ہو گئے!)۔ لیکن صدر سوہارتو اس پارلیمنٹ یا اپنی کابینہ کے بھی پابند نہیں ہیں!

گولکار کے علاوہ دیگر پارٹیاں بھی ہیں۔ گذشتہ دنوں ڈیماکریٹک پارٹی خبروں کا موضوع بنی جب اس کی صدر، سوئیکارنو کی بیٹی، میگاوتی، امریکی ہفت روزوں کے سرورق کی زینت بنی (جس کی تمنا کرتے ہمارے بعض حکمران اس دنیا سے سدھار گئے) اور محسوس ہوا کہ مغرب ترکی، پاکستان اور بنگلہ دیش کے بعد اب اس چوتھے ملک میں بھی نسوانی قیادت لانا چاہتا ہے۔ ۹۲ کے انتخابات میں اس پارٹی کو ۱۵ فی صد ووٹ ملے تھے۔ میگاوتی کی قیادت میں ظلم اور کرپشن کے خلاف ہونے والے مظاہرے سختی سے کچل دیے گئے اور مسئلے کا علاج یہ کیا گیا کہ سوہارتو نے میگاوتی کو پارٹی صدارت سے ہٹوا کر اپنی مرضی کا صدر منتخب کروا دیا۔ میگاوتی اور اس کے حامیوں نے انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے اور بعد میں جعلی انتخابات کے خلاف مہم چلانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ انڈونیشیا میں ووٹ نہ دینا جرم ہے۔ تیسری، ڈویلپمنٹ پارٹی، اسلام کی حامی تصور کی جاتی ہے، پریس اور آزادیوں پر پابندی کی مذمت کرتی ہے، ۹۲ کے انتخابات میں اسے ۱۷ فی صد ووٹ ملے تھے۔ تاہم صدر کے لیے یہ سوہارتو کو ہی ووٹ دیں گے۔ چوتھی، نہضتہ العلما اس پوزیشن میں نہیں کہ انتخابات میں کامیابی حاصل کر سکے۔

صدر سوہارتو کے تیس سالہ دور حکومت میں کئی بڑے منصوبوں پر عمل ہوا ہے، اقتصادی ترقی ہوئی ہے۔ اس کے بغیر اتنی بڑی آبادی کے متنوع، کلچر رکھنے والے ملک پر حکومت کرنا ممکن نہ ہوتا۔ لیکن ساتھ ہی کرپشن کا بھی دور دورہ ہے اور صدر سوہارتو کے اہل خاندان اس میدان میں خصوصی شہرت رکھتے ہیں، ہر بڑے منصوبے میں کوئی نہ کوئی بیٹا ضرور ہوتا ہے۔ حال ہی میں سونے کی کانوں کا جو صدی کا سب سے بڑا اسکینڈل ہوا ہے، اس میں بھی ایک نام ہے۔ انتخابات میں ۴ بیٹے منتخب ہونے والے ہیں۔ ایک بیٹی بھی ہے

جسے نائب صدر بنانے کا پروگرام ہے تاکہ سوہارتو (عمر ۷۵ سال) کی اچانک موت کی صورت میں صدارت گھر سے باہر نہ جائے۔ فوج کی طرف سے عوام پر دباؤ ہے کہ گولکار کو ووٹ دیں۔ فوجی پریڈ اور جلوس، شہروں اور قصبوں میں نکالے جا رہے ہیں۔

مسلم ممالک میں جس انداز کے بھی "جمہوری" تجربات کیے جا رہے ہیں بہرحال مطالعے کا موضوع ہیں۔ پاکستان اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ ہم نسبتاً آزاد فضا میں سانس لیتے ہیں۔ ہم امت مسلمہ کا ایک حصہ ہیں اور ہماری جامعات اور علمی و تحقیقی اداروں کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ مسلم ممالک کے حالات کا براہ راست گہرا مطالعہ کریں، مغرب کی عینک سے نہیں۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ ۲۰ کروڑ مسلمان کے ملک میں انتخابات ہو رہے ہوں اور پاکستان کے کسی اخبار یا نیوز ایجنسی کا نمایندہ رپورٹنگ کے لیے نہ گیا ہو، سیکھنے کے لیے نہ سہی، بچنے کے لیے سہی۔

وسط ایشیا: حریص نگاہوں کا مرکز

مسلم سجاد

وسط ایشیا کی نو آزاد پانچ مسلم ریاستیں قدرتی وسائل خصوصاً تیل اور گیس سے مالا مال ہیں لیکن پسماندہ ہیں، رسل و رسائل کے ذرائع ترقی یافتہ نہیں، سرخ فتنے کا شکار ہیں، دور دراز واقع ہیں۔ ازبکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس کے چاروں طرف ساحل سمندر سے محروم ممالک ہیں۔ دوسری طرف آزادی کے بعد، کرغیزستان کے علاوہ چاروں ممالک پر سابق کمیونسٹ ہی جمہوری لبادے میں حکومت کر رہے ہیں اور حزب اختلاف کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ صرف تاجکستان میں عوام نے اسلامی تحریک کی قیادت میں جدوجہد کی ہے تو منصفانہ انتخابات کے لیے معاہدے کی بات چیت ہو رہی ہے۔ یہ ممالک مسلمان ہیں، زبان اور کلچر کے حوالے سے ترکی سے رشتہ رکھتے ہیں۔ ان ممالک سے تعاون کر کے یہ روس کے اثرات سے آزاد ہو سکتے ہیں اور ترقی کی شاہراہ پر آگے بڑھ سکتے ہیں۔

امریکہ اور یورپ کے لیے یہ علاقہ ایک نعمت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ امریکہ وسائل کے حصول اور اپنے مفادات کے تحفظ کے ساتھ ساتھ روس اور دوسرے مغربی ممالک کے اثرات کو بھی کم کرنا چاہتا ہے۔ ایرانی اثرات کو محدود رکھنا بھی اس کا خصوصی ہدف ہے۔

بحیرہ کیسپین (Caspian) میں تیل اور گیس کے اتنے ذخائر ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ سمندر کی تہ میں اللہ کی کیسی کیسی نعمتیں پنہاں ہیں۔ بحیرہ کے گرد روس، ایران، قازقستان، ترکمانستان واقع ہیں۔ نومبر میں ایک وزارتی اجلاس میں طے کیا جائے گا کہ یہ جھیل ہے یا سمندر۔ اگر جھیل ہے جیسا کہ روس اور ایران کا موقف ہے تو ذخائر مشترکہ طور پر نکالے جائیں گے اور اگر سمندر ہے، جیسا کہ آذر